از عدالت عظمیٰ

شریمتی کاشی بائی

25 فروری

1958

بنام

سدھارانی گھوس و دیگر

(بھگوت، ایل کاپور اور گجیند رگاڈ کر جسٹس صاحبان)

قبضہ مخالفانہ-کوئلے کی کان- مداخلت بے جا اور غیر مسلسل سے کام کرنا-آیا قبضہ مخالفانہ تشکیل دے سکتا ہے۔

اپیل کنندگان اور جواب دہندگان ملحقہ علاقوں میں کوئلے کی کان کنی کے حقوق کے کرایہ دار تھے۔ 1917 میں، اپیل گزاروں کے مفاد میں پیشروؤں نے جواب دہندگان کے مفاد میں پیشروؤں کو لیز پر دی گئی زمینوں کے ایک حصے میں مداخلت بے جا کیا، دوڈھلوان اور دو ہوادان دھسائے اور وہاں سے کوئلہ کھودا۔ 1923 تک کان کنی کی کوئی کارروائیاں نہیں تھیں جب انہیں دوبارہ شروع کیا گیا اور 1926 تک جاری رکھا گیا، اور 1931 میں دوبارہ شروع کیا گیا اور 1933 تک جاری رہا۔ 1939 میں کان پر مختصر وقت کے لیے کام کیا گیا۔ 1944 میں اپیل گزاروں نے کارروائیاں دوبارہ شروع کیں۔ 1945 میں جواب دہندگان نے درمیانی حد طے کرنے، مداخلت بے جا شدہ علاقے پر قبضہ کرنے اور اپیل گزاروں کے ذریعے غیر قانونی طور پر ہٹائے گئے کوئلے کے معاوضے کے لیے مقدمہ دائر کیا۔ اپیل گزاروں نے، دیگر باتوں کے ساتھ، دعوی کیا کہ وہ جواب دہندگان کے علم میں کھلے عام متنازعہ علاقے کے واحد، سابقہ، بلا تعطل قبضے میں تھے اور انہوں نے قبضے مخالفانہ سے ٹیٹل حاصل کیا تھا:

یہ کہا گیا کہ کان کا غیر مسلسل کام کرنے کا طریقہ اور اس مدت کے لیے جو اپیل گزاروں یا سود میں ان کے پیشروؤں کے ذریعے انجام دیا گیا تھا، قبضہ قائم کرنے کے لیے مکمل طور پر نا کافی تھا جو کہ قبضہ مخالفانہ کا باعث بن سکتا ہے۔ اس مدت کے دوران جب کان کی کارروائیاں نہیں ہوتی تھیں، اپیل گزاروں کا کسی قسم کا قبضہ ثابت نہیں ہوا تھا

اوراس مفروضے کی تردید نہیں کی گئی تھی کہ اس مدت کے دوران قبضہ حقیقی مالک کو واپس کر دیا گیا تھا۔

ناگیشور بکش رائے بنام بنگال کول کمپنی، [1930] ایل آر 58 آئی اے 29 اور ریاستی سکریٹری برائے بھارت بنام دیبیند رلال خان، [1933] ایل آر 61 آئی اے 78، ممتاز۔

دیوانی اپیلیٹ دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر۔118-119 بابت 1956

1948 کے بنیادی ڈگری نمبرات 252 اور 254 کی اپیل میں پٹنہ عدالت عالیہ کے 27 ستمبر 1951 کے فیصلے اور ڈگریوں پر اپیل، جو 11 مئی 1948 کے عدالت ماتحت جج، دھنباد کے ٹائٹل مقدمہ نمبرات 16 اور 50 بابت 1945 کے فیصلے اور ڈگریوں سے پیدا ہوتی ہے۔

اپیل کنندہ کی طرف سے: بھارت کے اٹارنی جنرل ایم سی سیتلواڈ، شیتند رناتھ بھٹاچاریہ، ایس این اینڈلی، جے بی دادا چنجی اور رامیشور ناتھ۔

جواب دہندگان 7 سے 13 کے لیے: این سی چٹرجی، ایس سی بینرجی اور پی آر چٹرجی،

جواب دہندگان نمبرات 2-4 اور 6 ((نابالغ) کے لیے: پی کے چٹرجی،

مدعا علیہ نمبر 5. کیلئے: گوری دیال۔

25 فروری 1958 عدالت کا مندرجہ ذیل فیصلہ جسٹس کپور کے ذریعے سُنایا گیا

جسٹس کپور: پٹنہ عدالت عالیہ کی اجازت عدالت کے ایک فیصلہ اور دو ڈگریوں کے خلاف لائی گئی یہ دو اپیلیں۔ اور فیصلے کے لیے واحد سوال قبضہ مخالفانہ کا ہے۔ ماتحت جج، دھنباد کی عدالت میں دو دوطرفہ دعوے لائے گئے، جس سے حقائق اور قانون کے مشترکہ سوالات اٹھے۔ اپیل کنندہ اور مدعا علیہان منی لال بیچار لال سینگوی ایک مقدمہ نمبر 16) بابت (1945 میں مدعا علیہان تھے اور دوسرے مقدمہ نمبر 50) بابت (1945 میں مدعی تھے۔ جواب دہندگان نمبر 1-3 سابقہ مقدمے میں مدعی اور مؤخر الذکر مقدمہ میں مدعا علیہان تھے۔ دوسرے جواب دہندگان مؤخر الذکر مقدمے میں مدعا علیہان تھے اور مجموعِ ضابطہ دیوانی کے او۔1، آر 10 کے تحت سابقہ مقدمے میں فیصلے کے خلاف کی گئی اپیل کے مرحلے میں مدعی کے طور پر شامل کیے گئے تھے۔ دونوں مقدمات کا فیصلہ اپیل کنندہ اور جواب دہندگان منی لال بیچار لال سینگوی کے خلاف کیا گیا جس نے پٹنہ عدالت عالیہ میں دو اپیلیں کیں۔ ان دونوں اپیلوں کو 27 ستمبر 1951 کے ایک فیصلے کے ذریعے مسترد کر دیا گیا تھا، لیکن دو ڈگریاں تیار کی گئی تھی۔ اس فیصلے اور ان فرمانوں کے خلاف اپیل کنندہ نے اس عدالت میں دو اپیلیں لائی ہیں جنہیں یکجا کیا گیا تھا اور اس فیصلے کے

ذریعے نمٹا دیا جائے گا۔

ان دو اپیلوں کے فیصلے کے لیے ضروری حقائق یہ ہیں کہ 26 نومبر 1894 کو ایک زمیندار اور پرگنہ کتراس کے مالک گنگا نارائن سنگھ نے رام دیال مزومدار کو زمین کے دو پلاٹوں میں" کوئلے اور کوئلے کی کان کنی کے حقوق" کی لیز دی، ایک موزہ کتراس میں اور دوسرا موزہ بھوپتڈی میں۔ 6 نومبر 1894 کو انہوں نے بھودر ناتھ رائے کو مذکورہ بالا لیز میں پلاٹوں سے متصل پلاٹوں میں اسی طرح کی لیز دی۔ 1896 کے سوٹ نمبر 32 میں پلاٹوں کے ان دو حصوں کے درمیان حدود طے کی گئی تھیں اور یہ ایک نقشے میں دکھایا گیا تھا جسے اس سوٹ میں منظور کیے گئے ڈگری میں شامل کیا گیا تھا۔ رام دیال کی موت پر، ان کے بیٹوں پرفل، کمود، سرت، سریش اور گریش کو لیز ہولڈ کے حقوق وراثت میں ملے جو انہوں نے 19 اکتوبر 1918 کو درج شدہ پٹے اور قابولیت کے ذریعے للت موہن بوس کو 999 سال کی مدت کے لیے دیے۔ ایک بینیٹ جس نے ایک بیل ووڈ کے ساتھ مل کر 5 ستمبر 1917 کو کتراس گڑھ کے راجہ شکتی نارائن سنگھ سے کوئلے کی کان کنی کا لیز حاصل کیا تھا، للت موہان بوس کو لیز پر دیے گئے علاقے کے اندر زمین کے شمالی حصے میں مداخلت بے جا کیا اور دو ان دو ڈھلوان اور دو ہوادان ڈھسائے اور اس علاقے سے کوئلہ کھودا۔ اس سے فریقین کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا جسے خوش اسلوبی سے حل کر لیا گیا اور مداخلت بے جا شدہ علاقہ للت موہن بوس کے قبضے میں واپس کر دیا گیا۔ اس حقیقت کی اپیل کنندہ اور مدعا علیہان منی لال بیچار لال سینگوی نے اپنے تحریری بیان اور اپنی شکایت میں تردید کی تھی۔ للت موہن بوس 1933 میں انتقال کر گئے اور انہوں نے ایک وصیت چھوڑی جس پر عمل درآمد کرنے والے ان کی بیوہ رادھارانی اور ان کے بھائی ناگیندر ناتھ بوس تھے۔ انہوں نے 1933 میں للت موہن بوس کے قبضے میں 17 بیگھا زمین کیشب جی لال جی کو لیز پر دی۔ للت موہن بوس کو لیز پر دیے گئے علاقے کا بقیہ حصہ 15 مارچ 1938 کو بروجیندر ناتھ گھوش اور وشوناتھ پرساد کے جواب دہندگان اور رام چندر دوبے کو لیز پر دیا گیا تھا لیکن اس کا قبضہ انہیں جولائی 1938 میں دے دیا گیا تھا اور وہ (مذکورہ دو جواب دہندگان) اور رام چندر دوبے مغربی کتراس کولیری کے نام اور انداز میں کالری کا کاروبار کرتے تھے۔ رام چندر دوبے کی موت پر ان کی جائیداد ان کے بیٹوں اور بیوا کو وراثت میں ملی جنہوں نے 25 جون 1944 کو اپنا حق، ٹیٹل اور جائیداد ناگیندر ناتھ بوس کو فروخت کر دی۔ یہ تین، یعنی بروجندر ناتھ گھوش، وشوناتھ پرساد اور ناگیندر ناتھ بوس مقدمہ نمبر 16 بابت 1945 میں مدعی تھے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ راجہ شکتی نارائن سنگھ نے 5 ستمبر 1917 کو بینیٹ اور بیل ووڈ کو 256 بیگھا کا رقبہ لیز پر دیا اور انہوں نے اپنے حقوق نیو کٹراس کول کمپنی لمیٹڈ کو تفویض کیے۔ اس کمپنی نے کچھ عرصے تک کوئلے کی کان پر کام کیا لیکن لیکویڈیشن میں چلی گئی اور 1922 کے ایگزیکیوشن کیس نمبر 293 میں کمپنی کا حق، لقب اور سود شریمتی کاشی بائی اپیل کے سسر نانجی کھنگر جی اور ایک لیرا راجہ نے فروخت اور خرید لیا۔ اگست 1923 میں نانجی کھنگر جی اور لیرا راجہ نے تقسیم کی، لیز پر دیے گئے کوئلے کے کھیت کا مغربی حصہ نانجی کھنگر جی کے حصے میں اور مشرقی حصہ لیرا راجہ کے حصے میں آ گیا۔ سابقہ نے کھینگر جی ٹریکو اینڈ کمپنی کے نام اور انداز میں کاروبار جاری رکھا اور کولیری کو کٹراس نیو کولیری کے نام سے جانا جانے لگا۔ 1928 میں نانجی کھن گر جی کی موت پر ان کے بیٹے رت نانجی کو جائیداد وراثت میں ملی اور ستمبر 1933 میں ان کی موت پر یہ جائیداد بیوہ اپیل کنندہ سریمتی کاشی بائی کے پاس چلی گئی۔ دسمبر 1944 میں انہوں نے (سریمتی کاشی بائی) مدعا علیہان منی لال بیچار لال سینگوی کے ساتھ شراکت داری کی۔

24 مارچ 1945 کو بروجیندر ناتھ گھوش، وشوناتھ پرساد اور ناگیندر ناتھ بوس کے مدعا علیہان نمبر 1-3 نے مدعی نمبر 1-3 کے طور پر سریمتی کاشی بائی، مدعالیہ نمبر 1، جو اب اپیل کنندہ ہیں، کے خلاف اور مدعا علیہان نمبر 2 منی لال بیچر لال سینگوی کے خلاف، جو اب مدعا علیہان کے ذریعے مداخلت بے جا کیے گئے علاقے پر قبضہ کرنے اور بعد والے کے ذریعے غیر قانونی طور پر ہٹائے گئے کوئلے کے معاوضے اور حکم امتناعی کے لیے مقدمہ (1945 کا مقدمہ نمبر 16) دائر کیا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ مدعا علیہان نے شکایت کے ساتھ منسلک نقشے میں دکھائے گئے تنازعہ کے علاقے پر غلط طریقے سے قبضہ کر لیا تھا اور اپنی کان سے غیر قانونی طور پر کوئلہ نکال دیا تھا۔ مدعا علیہان نے 29 جون 1945 کے اپنے تحریری بیان میں مدعیوں کی طرف سے لگائے گئے الزامات کی تردید کی۔ انہوں نے استدعا کی کہ متنازعہ علاقہ نانجی کھنگر جی اور لیرا راجہ نے حاصل کیا تھا اور ان کے ذریعہ کام کیا گیا تھا اور وہ اس علاقے کے واحد، خصوصی، بلا تعطل اور بلا تعطل قبضے میں تھے جو اس مقدمے میں مدعیوں کے علم میں کھلے عام تھے اور اس وجہ سے انہوں نے قبضہ مخالفانہ سے حاصل کر لیا تھا۔ ملکیت کا دعوی جو انہوں نے بینیٹ اور بیل ووڈ سے حصول کے نتیجے میں قائم کیا تھا اسے مندرجہ عدالت عالیان نے مسترد کر دیا تھا اور اب ہمارے سامنے تنازعہ میں نہیں ہے، واحد نقطہ جو قبضہ مخالفانہ میں سے ایک ہونے کی وجہ سے باقی ہے۔

جوابی نالش نمبر 50 بابت 1945 مدعا علیہان کے ذریعے 1945 کے مقدمہ نمبر 16 بابت 1945 میں لایا گیا تھا، یعنی شریمتی کاشی بائی (اپیل کنندہ) اور منی لال بیچر لال سینگوی (مدعا علیہان) 1945

کے مقدمہ نمبر 16 بابت 1945 کے تین مدعیوں کے خلاف (مدعا علیہان نمبر 1 سے 3) اور للت موہن بوس کے وارثوں کے خلاف اور بنیادی گرانٹر راجہ شکتی نارائن سنگھ کے بیٹے پورنندو نارائن سنگھ کے خلاف۔ اس مقدمے (نمبر 50 بابت 1945) میں مدعی کے الزامات وہی تھے جو 1945 کے مقدمہ نمبر 16 میں ان کی دلیلیں تھیں۔ دونوں دعویٰ کو مشترکہ مسائل کے ساتھ مل کر آزمایا گیا۔ فاضل ماتحت جج نے مقدمہ نمبر 16 بابت 1945 کی ڈگری صادر کی اور 1945 کے مقدمہ نمبر 50 کو خارج کر دیا جس کی وجہ سے دونوں کا فیصلہ جواب دہندگان نمبر 1 سے 3 کے حق میں کیا گیا۔ انہوں نے مؤقف اختیار کیا کہ دعویٰ میں موجود زمین مدعا علیہان نمبر 1 سے 3 یعنی بروجیندر ناتھ، وشوناتھ پرساد اور ناگیندر ناتھ بوس کو لیز پر دیے گئے علاقے میں شامل تھی اور اس لیے وہ علاقہ جس میں سیون نمبر 9 کے دو جھکاؤ واقع تھے، انہیں لیز پر دیے گئے علاقے کا حصہ بنا اور یہ کہ اپیل کنندہ اور مدعا علیہان منی لال بیچر لال سینگوی کی جانب سے متنازعہ زمین پر مداخلت بے جا ثابت ہوئیں۔ جہاں تک قبضہ مخالفانہ کا تعلق ہے، اس کا مؤقف تھا کہ دونوں ڈھلوان اور ہوادان 1917 میں بینیٹ نے سیون نمبر 9 میں دھسائے تھے۔ یہ کہ 1923 سے 1926 اور 1931 سے 1933 کے علاوہ، کھنگرجی تریکو اینڈ کمپنی کی طرف سے کوئی مسلسل کام نہیں کیا گیا تھا، 1939 میں دوبارہ کام شروع کیا گیا تھا لیکن یہ کب تک جاری رہا یہ ثابت نہیں ہوا تھا اور یہ کہ اس کوئلا کا کام 1944 میں دوبارہ شروع ہوا تھا۔ انہوں نے یہ بھی پایا کہ متنازعہ علاقہ کان نمبر 9 تک محدود تھا۔ ان حقائق سے ان کی رائے تھی کہ جواب دہندگان نمبر 1 سے 3 کو بے دخل نہیں کیا گیا تھا اور ان کے خلاف کوئی قبضہ مخالفانہ نہیں کیا گیا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ کان کے ایک حصے (نمبر 9) کا کام کرنے سے خلاف ورزی کرنے والے کو پوری کان کا حق نہیں ملے گا چاہے اس پر مسلسل قبضہ ثابت ہو جائے۔ معاوضے کے حوالے سے قابل ماتحت جج نے فیصلہ دیا کہ جواب دہندگان نمبر 1 سے 3 دسمبر 1944 سے اس کے حقدار ہیں اور اس رقم کا تعین بعد کی کارروائی میں کمشنر کی تقرری سے کیا جائے گا۔

اپیل پر عدالت عالیہ نے ٹرائل کورٹ کے نتائج کی تصدیق کی اور فیصلہ دیا کہ متنازعہ زمین مدعا علیہان نمبر۔ 1 سے 3 کو لیز پر دی گئی جو زمین کا حصہ تھی اپیل کنندہ اور منی لال بیچار لال سینگوی مدعا علیہ نے متنازعہ زمین پر مداخلت بے جا کیا تھا؛ کہ کوئلہ کا کام مسلسل نہیں رہا تھا اور اس پر صرف مندرجہ بالا بیان کردہ مدت کے لیے کام کیا گیا تھا۔ عدالت عالیہ نے یہ بھی فیصلہ دیا کہ اگر کان پر مسلسل قبضہ اور کام چل رہا ہو تو بھی پوری کان کو قبضہ مخالفانہ سے کوئی ٹیٹل حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ عدالت عالیہ میں جواب دہندگان نمبر 1 سے 3 کے حق میں لیز کی میعاد جائیداد کی منتقلی

کی دفعہ 107 کی وجہ سے بڑھا دی گئی تھی۔ لیکن چونکہ ٹرائل کورٹ میں سوال نہیں اٹھایا گیا تھا یا اعتراض نہیں کیا گیا تھا، اس لیے عدالت عالیہ نے 1945 کے مقدمہ نمبر 50 کے جواب دہندگان 4 سے 10 کو 1945 کے سوٹ نمبر 16 سے پیدا ہونے والی اپیل میں شامل کرنے کی اجازت دی تاکہ مسائل کا مکمل فیصلہ ہو اور کارروائی کی کثرت سے بچا جا سکے۔" یہ سوال بھی اب ہمارے سامنے کوئی تنازعہ نہیں ہے۔ اپیل کنندہ نے فیصلے کے خلاف دو اپیلیں اور دو ڈگریاں پٹنہ عدالت عالیہ میں لائے ہیں۔ چونکہ متنازعہ زمین کی ملکیت کے سوال کا فیصلہ مندرجہ دونوں عدالت عالیان نے جواب دہندگان کے حق میں کیا ہے، اس لیے یہ سوال ہمارے سامنے نہیں اٹھایا گیا ہے اور فریقین کے درمیان تضاد صرف قبضہ مخالفانہ کے سوال تک محدود ہے۔ اپیل کنندہ کی جانب سے قابل اٹارنی جنرل نے پیش کیا کہ متنازعہ علاقے میں کان کنی کی کارروائیوں کو جاری رکھنا اگرچہ نیچے دی گئی عدالت عالیان کے ذریعہ غیر مسلسل پایا گیا ہے لیکن اس سے صرف ایک نتیجہ نکل سکتا ہے کہ علاقے کے ساتھ ساتھ کان کا قبضہ بھی اپیل کنندہ کا تھا اور جیسا کہ اس نے 12 سال کی مطلوبہ مدت کے لیے مقرر کیا تھا، اس کا قبضہ، قبضہ مخالفانہ سے ملکیت میں پختہ ہو گیا تھا۔ ہماری رائے میں اپیل کنندہ کی طرف سے کی جانے والی کارروائیاں مسلسل، کھلے اور زبردستی کے قبضے کے ساتھ یا 12 سال کی مقررہ مدت کے لیے زبردستی کے ٹیٹل کے دعوے کے ساتھ متضاد تھیں جو قبضہ مخالفانہ بنانے کے لیے ضروری تھیں۔

یہ دلیل دی گئی کہ کوئلے کی کان کے حوالے سے قبضہ مخالفانہ کے مقصد کے لیے یہ ضروری نہیں تھا کہ اس پر مسلسل 12 سال تک کام کیا گیا ہو اور یہ کافی تھا اگر اپیل کنندہ 12 سال کی مدت تک کان کنی کی کارروائیاں جاری رکھے، یہاں تک کہ طویل تعطل کے باوجود جیسا کہ فوری صورت میں ہوتا ہے۔ لیکن ہم اس دلیل کو قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ اگرچہ کوئلے کی کان کنی کے علاقے پر قبضہ مخالفانہ قائم کرنے کے مقصد سے 12 سال کی مدت تک مسلسل کان کنی کا کام جاری رکھنا ضروری نہیں ہو سکتا، لیکن کان کنی کے علاقے اور کان کا مسلسل قبضہ قبضہ مخالفانہ قائم کرنے کے لیے ایک ضروری جزو ہوگا۔ اپیل کنندہ کی طرف سے جو ثابت ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بینیٹ کی طرف سے کھولی گئی دو جھکاؤ 1917 یا 1918 میں اپیل کنندہ کے مفاد میں پیشرو کی طرف سے کام کیا گیا تھا، 1923 تک کوئی کان کنی کی کارروائیاں نہیں تھیں جب انہیں دوبارہ شروع کیا گیا اور 1926 تک جاری رکھا گیا۔ یہ کارروائیاں 1926 میں بند ہو گئیں اور 1931 میں دوبارہ شروع ہوئیں اور 1933 تک جاری رہیں جب وہ 1939 تک دوبارہ بند ہو گئیں اور کیا انہیں 1939 میں جاری رکھا گیا یا نہیں، یہ بالکل واضح نہیں ہے لیکن 1939 سے 1944 تک کوئی کارروائیاں

نہیں ہوئیں جب انہیں اپیل کنندہ نے دوبارہ شروع کیا۔اس مدت کے دوران جب کان کنی کی کارروائیاں نہیں ہوتی تھیں، اپیل کنندہ کا کسی قسم کا قبضہ ثابت نہیں ہوا ہے اوراس طرح قانون کے اس مفروضے کی تردید نہیں کی جاتی ہے کہ اس مدت کے دوران جب قبضے پر کارروائیاں روک دی گئی تھیں تو وہ حقیقی مالک کو واپس کر دی جائیں گی۔

ناگیشور بکش رائے بمقابلہ بنگال کول کمپنی جس پر قابل اٹارنی جنرل نے بھروسہ کیا تھا، ان کی دلیل کی حمایت نہیں کرتا ہے۔اس صورت میں جس کمپنی نے قبضہ مخالفانہ کا دعوی کیا تھا اس نے ایسے حقائق پیش کیے تھے جو پورے گاؤں میں کانوں کے حقوق کے دعوے سے مطابقت رکھتے تھے جس پر کمپنی نے قبضہ مخالفانہ کا دعوی کیا تھا۔انہوں نے کھلے عام تین مختلف مقامات پر گڑھے کھودے، ان میں سے دو تیسرے سے 1 / 2 میل کے فاصلے پر تھے۔کمپنی نے ان جگہوں کا انتخاب کیا جہاں انہیں اپنی صوابدید پر گڑھے کھودنے تھے، اپنے پلانٹ یا مشینری کو زمین پر لایا اور اپنے ملازمین کے لیے بنگلے کھڑے کیے کمپنی کی طرف سے کوئی چھپاؤ نہیں تھا اور وہ کھلے عام ایسے افراد کے طور پر برتاؤ کرتے تھے جن کے پاس ایک گڑھے کا نہیں بلکہ سب کا قبضہ تھا۔پورے گاؤں کے اندر معدنی کھیت اور وہ پورے گاؤں میں کہیں بھی گڑھے کھودنے کے حقدار ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔کمپنی کو ایک حقیقی یقین تھا کہ ان کے لیز کے تحت وہ علاقے میں کہیں بھی معدنیات پر کام کرنے کے حقدار ہیں۔ان حالات میں پریوی کونسل نے اس مقدمے کو حد بندی ایکٹ کے دفعہ 144 کے ذریعے ممنوع قرار دیا کیونکہ کمپنی 12 سال سے زیادہ عرصے سے پورے گاؤں کے معدنیات کے قبضہ مخالفانہ میں تھی۔اس کی نشاندہی لارڈ میک ملن نے صفحہ 35 میں کی تھی۔" قبضہ حقیقت کا سوال ہے اور ملکیت کی حد حقیقت کا اندازہ ہو سکتی ہے۔" اور صفحہ 37 میں مشاہدہ کیا گیا:

" ان کی حاکمیت بالکل بھی منفی نہیں ہے یا اس اصول کو کمزور کرنے کے لیے نہیں ہے کہ ایک عام اصول کے طور پر جہاں ٹیٹل کسی قبضہ مخالفانہ پر قائم کیا جاتا ہے تو ٹیٹل اس علاقے تک محدود ہو گا جس کی اصل ملکیت حاصل کی گئی ہے۔لیکن اس عام اصول کا اطلاق مخصوص معاملے کے حقائق پر منحصر ہونا چاہیے۔"

اس معاملے میں قبضہ مخالفانہ کے حق میں فیصلہ اس مخصوص معاملے کے حقائق تک محدود ہونا چاہیے۔

ایک اور مقدمہ جس پر قابل اٹارنی جنرل نے انحصار کیا وہ سکریٹری آف اسٹیٹ برائے بھارت بمقابلہ دیبیندر لال خان تھا۔وہاں ایک زمیندار نے ولی عہد کے خلاف قبضہ مخالفانہ کے ذریعے بحری دریا میں ماہی گیری کے خطاب کا دعوی کیا۔یہ مانا گیا کہ قبضہ تسلسل میں کافی ہو سکتا ہے تاکہ منفی ہو حالانکہ قبضے کی ثابت شدہ کارروائیاں مدت کے ہر لمحے کا احاطہ نہیں کرتی ہیں۔یہ ماہی گیری سے متعلق معاملہ تھا۔یہ سچ ہے کہ قبضہ مخالفانہ قائم کرنے کے لیے

قبضہ کی نوعیت مختلف ہوسکتی ہے۔فوری صورت میں ایسا کوئی قبضہ ثابت نہیں ہوا ہے جوملکیت کی نوعیت اور موجود شے کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے واحد نتیجہ اخذ کرے۔اپیل کنندہ نے قبضہ مخالفانہ سے اپنے ٹیٹل کو مکمل کیا تھا۔مذکورہ بالا طریقے سے اوراس مدت کے لیے کان کا غیر مسلسل سے کام کرنا قبضہ قائم کرنے کے لیے مکمل طور پر نا کافی ہے جو قبضہ مخالفانہ کا باعث بنے گا یا قبضہ مخالفانہ کا نتیجہ نکلے گا اور ہم عدالت عالیہ کے اظہار کردہ نقطہ نظر سے اتفاق رکھتے ہیں اور اس لیے ان اپیلوں کو اخراجات کے ساتھ مسترد کرتے ہیں۔عدالت کی فیس کے علاوہ دونوں اپیلوں کے درمیان اخراجات کا ایک سیٹ۔

اپیلیں خارج کردی گئیں۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 13:00
I attest to the accuracy and
integrity of this document